© rasailojaraid.com

(مولانا محمد اسحٰق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ)

کچھ یادیں، کچھ تاثرات

میاں مظفر احمد خانیوال

یہ 1979ء کا آخر تھا۔ راقم الحروف ملتان سے ملازمت کی ڈیوٹی پوری کر کے میاں چنوں پہنچا۔ خاندانی رشتہ داروں میں سے ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ جنھوں نے فرمایا کہ تم کیوں والد محترم کے نافرمان بن رہے ہو۔ میں نے دریافت کیا کہ میں کیا گناہ کر بیٹھا ہوں۔ تم والد محترم کے کہنے پر اپنا گھر کیوں نہیں اجاڑ رہے۔ یہ شرعی حکم بھی ہے والد محترم جو حکم دیں اس کی تکمیل آپ پر لازم ہے۔ ذہن پر بہت برا اثر پڑا۔

اغلباً دسمبر 1975ء میں، میں نے ادارہ ثقافت اسلامیہ کا رسالہ المعارف قلعہ کہنہ پر واقع لائبریری میں دیکھا تو مضامین کے اعتبار سے رسالہ مجھے پسند آیا۔ کیوں کہ اس رسالے میں جتنے مضامین شائع ہوئے تھے۔ کسی میں کوئی نزاعی بات شامل نہ تھی۔ بلکہ اگر کسی بات سے اختلاف کیا گیا تھا۔ تو وہ بڑے ہی مہذب طریقہ سے اختلافی مسئلہ کو اجاگر کر کے بڑے خوبصورت انداز میں اس بحث کو سمیٹا گیا تھا۔ 1976ء سے میں سالانہ ادائیگی کر کے رسالے کا باقاعدہ قاری بن گیا۔

میں دوسرے لوگوں کے علاوہ مولانا محمد اسحٰق بھٹی اور مولانا محمد حنیف ندوی کی تحریریں بڑے شوق وذوق سے پڑھتا تھا۔

چنانچہ 1979ء میں ایک تفصیلی خط مولانا حنیف ندوی کی خدمت میں تحریر کیا۔ جس کا جواب مجھے مولانا محمد اسحٰق بھٹی کی جانب سے تفصیلی حوالوں کے ساتھ ملا۔ خط پڑھ کر میرا ذہن مطمئن ہوگیا۔ میں نے محترم والد صاحب (مرحوم) کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا۔ جس کی سزا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محترم والد صاحب نے دیگر باتوں کے ساتھ وراثت کی تقسیم کے موقع پر والد صاحب (مرحوم) نے ٹھیک ٹھاک کٹوتی فرما کر اپنے دل میں میرے خلاف بڑھکنے والی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ وجہ عناد یہ تھی جہاں والد صاحب میری شادی کرنا چاہتے وٹے سٹے کا معاملہ تھا۔ میں اور والدہ اور تمام بہن بھائی سب مخالف تھے۔ میں نے والدہ کے کہنے پر ماموں کی بیٹی سے شادی کر لی۔ اسی بات پر محترم والد صاحب چاہتے کہ میں اپنی بیوی کو جو کہ بے قصور تھی چھوڑ دوں۔

بہر حال گھر آباد رہا۔ اپنے فوت ہونے سے پہلے اس بات پر معذرت فرماتے رہے، کہ میں غلط تھا۔ آپ سے غلط مطالبے کی ضد کرتا رہا۔ آپ کی بیوی کو بے قصور سزا دینا چاہتا تھا۔

بحر حال یوں یہ تعلق استوار ہوا۔ میں پہلی دفعہ 1979ء میں ادارہ ثقافت اسلامیہ 2 کلب روڈ حاضر ہوا۔ جہاں پر تعارف ہوا۔ اس کے بعد جب بھی لاہور چکر لگا۔ بھٹی صاحب کے پاس حاضری لازمی تھی۔ ادارہ میں آتے جاتے مختلف مشاہیر کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا جو کہ ادارہ میں تشریف لاتے تھے۔ محترم سعید شیخ صاحب سابق صدر شعبہ فلسفہ گورنمنٹ کالج لاہور، محترم نبی بخش بلوچ صاحب پہلے وائس چانسلر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔ سندھیالوجی کے عالم جنہوں نے سندھی زبان وادب کی کثیر خدمت کی۔ یہ خدمت سندھ کے لوک ادب کو مرتب کر کے چالیس (40) سے زیادہ جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ مشہور مصنف پروفیسر محمد ایوب قادری (مرحوم) جو کراچی میں قیام پذیر تھے، سے ملاوایا۔

یوں 1983ء یا 1984ء کا ذکر ہے۔ پتا چلا کہ گیانی ذیل سنگھ ہندوستان کے صدر بن گئے۔ محترم بھٹی صاحب نے بتایا کہ ہمارا یار صدر جمہوریہ ہندوستان بن گیا۔ دوسری دفعہ ملاقات ہوئی تو ارادہ بنا کہ گیانی جی کو خط لکھا جائے۔ یوں خط تحریر کیا گیا۔ اس پہلے خط کو بذریعہ رجسٹری بجھوانے کی خدمت کا موقع مجھے ملا۔

30 جولائی 1984ء کو مولانا محمد حنیف ندوی صاحب کے ادارہ ثقافت اسلامیہ کے اس وقت کے ڈائریکٹر سراج منیر صاحب نے ایک خوبصورت شام کا اہتمام کیا۔ تقریب میں لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مختلف اہل قلم نے مولانا ندوی کی علمی تگ وتاز کا خوبصورت انداز میں جائزہ لیا۔ اس تقریب میں بھی محترم بھٹی صاحب کے ساتھ شمولیت کا اعزاز ملا۔ بعدازاں وقتاً فوقتاً لاہور آمد کے موقع پر مولانا کے اعزاز میں چھپنے والی کتاب ''ارمغان حنیف'' کے مقالات پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

اس تقریب کے مہمان خصوصی ڈاکٹر محمد افضل صاحب تھے۔ جو اس وقت کے مرکزی وزیر تعلیم تھے۔

اس کے بعد مولانا کی تحریریں جہاں بھی جس شمارے میں شائع ہوئیں باقاعدگی کے ساتھ پڑھیں۔کافی میرے ذاتی ذخیرہ کتب میں محفوظ ہیں۔وقت گزرتا رہا۔تا آنکہ 1996ء میں آپ نے اس وقت کے ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ ڈاکٹر رشید احمد جالندھری سے اختلافات کے باعث 14 مارچ 1996ء کو ادارہ ثقافت اسلامیہ کو خیر باد کہہ دیا۔میرے دریافت کرنے پر اپنے ایک خط میں بتایا کہ انھوں نے ادارہ کو خیر باد کہہ دیا۔یہ خط 14 مئی کو میرے نام لکھا گیا تھا۔

چنانچہ ادارہ ثقافت اسلامیہ سے علیحدگی کے بعد بھٹی صاحب کو بے شمار خطوط وصول ہوئے۔ لوگوں نے ڈاکٹر رشید احمد جالندھری صاحب کی اس حرکت احتجاج کیا۔اور افسوس بھی کیا۔

ان خطوط میں سے مجھے مرحوم مشفق خواجہ کے الفاظ آج بھی کچھ اس طرح ذہن میں آتے ہیں کہ ادارہ ثقافت اسلامیہ کی قدر آپ جیسے نابغہ روزگار شخصیت اور وابستہ رہنے والی شخصیتوں کی وجہ سے تھی۔اس وجہ سے آپ کی وقعت میں کوئی کمی نہیں آئی اور نہ آئے گی۔ یہ بات الہامی نکلی۔

اس کے بعد محترم بھٹی صاحب نے قلم پکڑا بے شمار کتابوں کے انبار لگا دیے۔ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے رجال کے متعلق ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ اب کچھ ملاقاتوں کا تذکرہ کرتا ہوں۔ جب بھی ملاقات ہوئی تو میں پوچھتا جناب اب کون سی تصنیف لطیف زیرِ تصنیف ہے۔شفقت فرما کر فرماتے آج کل سید سلیمان منصور پوری کے متعلق تحریر رہا ہے۔ بعدازاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مختلف کتابوں کی تحریر کے موقع پر ان کی شفقت سے بزم ارجمنداں وکاروان سلف، قافلۂ حدیث، قصوری خاندان، میاں فضل حق، صوفی عبداللہ، میاں عبدالعزیز مالواڈہ کے حالات زندگی والی کتب شائع ہونے سے پہلے جستہ، جستہ مطالعہ کی اجازت ملتی رہی۔ بعدازاں ان میں سے کچھ کتابیں اپنے خوبصورت الفاظ کے اپنے دستخطوں کے ساتھ مجھے عنایت فرمائیں۔ جو کہ میرے ذاتی ذخیرہ کتب کا خوبصورت سرمایا ہیں۔

ذاتی معاملات پر بھی مہربانی فرما کر بہتر مشورے عنایت فرماتے رہے۔ آخری ملاقات 8 محرم 1437 ہجری کو گھر پر ہوئی۔ اس وقت آپ گاؤں جانے کے لیے تیار ہوئے تھے۔ کیا علم تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے۔ زیر ترتیب کتاب علماء کا تحریک آزادی میں حصہ کے متعلق بتایا کہ کتاب شروع ہے، واپس آکر مزید کام کروں گا۔ میں بھی اس ملاقات کے دوسرے دن واپس خانیوال آگیا۔

22 دسمبر 2015ء کو بھتیجے نے بعد از دوپہر بتایا کہ تایا جی فوت ہوگئے ہیں۔ جنازہ پر تو نہ پہنچ سکا۔ مگر 23 دسمبر 2015ء کو گاؤں پہنچا شام ہوگئی تھی۔ دوسرے دن فجر کی نماز گاؤں کی اس مسجد میں ادا کی جس میں پاکستان آنے کے بعد سب سے پہلے آپ نے جمعہ نماز اور خطبہء جمعۃ المبارک کی ادائیگی کروانی شروع کی تھی۔

یوں اپنے اس مہربان بڑے بھائی کی طرح محترم مولانا اسحٰق بھٹی کے مرقد پر فاتحہ خوانی کی اور خانیوال واپس ہوا۔

اب دیگر پسماندگان اور خصوصاً بھائی سعید احمد بھٹی سے التماس ہے کہ ان کی زندگی میں قائم ہونے والے مولانا محمد اسحٰق بھٹی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کو پوری طرح فعال کریں اور کتابیں اور باقی رہ جانے والی تحریروں، ان کے نام آئے ہوئے خطوط اور دیگر کام کو اب ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی جانب سے شائع کریں۔

© rasailojaraid.com